Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal Impact Factor 4.94 ISSN No. 2456-1665

The Concept of beauty in Wali Aurangabadi's Urdu Poetry

ولیؔ اورنگ آبادی کے کلام میں تصوّرِ حُسن وجمال

Dr. Ansari Masood Akhtar
Asst. Prof. & Head Dept. of Urdu
MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)

ڈاکٹرانصاری مسعوداخترندویؔ
اسسٹنٹ پروفیسر وصدرشعبہ اُردو
انکوش راؤٹوپے کالج،النہ (مہاراشٹر)

سرزمینِ دکن ہی کواس امر کا فخر حاصل ہے کہ اُردوغزل کا باوآدم 'سیدولی محمد ولیؔ اورنگ آبادی' یہیں سے جلوہ نما ہوتا ہے، یہ مسلم ہے کہ بحیثیت شاعرولیؔ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔انھوں نے نہ صرف اپنے دور کے تمام ادبی وفکری معیاروں کا اپنی شاعری میں سمویا بلکہ بیان کی لذت اور زبان کی تعمیر کا اعجاز بھی دکھادیا اور اسی میں ولیؔ کی کرامت کا راز مضمر ہے۔

ولی دکن کے رہنے والے تھے۔پیدائش کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہے۔ تحصیلِ علم گجرات میں کیااور ایک مدت تک وہاں اقامت اختیار کی اور نہ صرف علوم ظاہری کا اکتساب کیا بلکہ حضرت شاہ وجیہ الدین گجراتی سے فیضِ باطنی بھی پایا۔

ولیؔ کے معلوماتِ علمی،ادبی اور مذہبی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان کے کلام میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کی طرف تلمیحیں بہت ہیں،مذہبی علوم اور تصوف کی اصطلاحوں کا استعمال بھی ہمیشہ بر محل ہوا ہے اور فارسی اساتذہ کے طرزِ کلام سے کماحقہ واقفیت صاف ظاہر ہے، یہ سب اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اپنے زمانے کے دینی اور دنیوی علوم سے اُن کو پوری آگاہی تھی۔

پہلی مرتبہ عالمگیر کے زمانہ میں دہلی گئے اور اپنی شاعری کے ابعث مشہور ہوئے،وہاں کے شعراءنے اُن کی پیروی کی۔اور فارسی کو خیر باد کہہ کر اُردو میں طبع آزمائی شروع کردی۔

دوسری مرتبہ پھر ولی نے دہلی کا سفر کیا۔شاہ ابوالمعالی بھی ساتھ رہے،دیوان بھی ساتھ تھا۔ولی کی تاریخ وفات میں کئی مختلف اقوال ہیں،مگر مولوی عبدالحق صاحب کی تحقیقات کی روشنی میں ولیؔ کا سنِ وفات 1119 ہجری کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ **(رسالہ اُردو ص ۴۹۴ بحوالہ دکن میں اُردو، نصیرالدین ہاشمی ص ۲۷)**

ولیؔ کے سن وفات کے اختلافات پر شمس الرحمن فاروقی نے اپنی کتاب "اُردو کا ابتدائی زمانہ" میں مدلل و مفصل بحث کی ہے اور کم وبیش ثابت کردیا ہے کہ ولیؔ کا انتقال 1119 ہجری میں ہوا،ولی کی آخری آرام گاہ کے تعلق سے بھی متضاد رائیں ہیں،ایک گروہ اُن کا مدفن گجرات بتاتا ہے،تو دوسروں کا خیال ہے کہ ان کا مزار اورنگ آباد اور احمد آباد میں مزار کی **(حرفِ چند از پروفیسر لئیق صلاح، کلیات ولی، ص۔۱۰)** میں ہے۔بقول یوسف ناظم " ولی اورنگ آبادی اپنی رحلت کے بعد بھی چلتے پھرتے رہے صورت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہے۔

تصوف اُس زمانے کی فکری اور اخلاقی بلندی کا معیار تھا۔وحدت الوجود کا عقیدہ،جذب،سلوک اور معرفت کے لیے واحد بنیاد کی حیثیت رکھتا تھا۔لیاقت،علمیت، بلند مذاقی اور بلند نظری سب میں یہی صوفیانہ طریق رچا ہوا تھا۔ولی کے بعد بھی تیرہویں صدی ہجری تک یعنی میرؔ و سوداؔ کے آخری عہد تک یہی نظریہ مذہب،اخلاق اور شعر وادب میں ہندو اور مسلمان دونوں قوموں میں بڑی وسعت کے ساتھ رائج تھا۔چنانچہ ولی نے بھی اس مسلک کو نہ صرف اپنی زندگی میں برتا بلکہ اپنی شاعری میں بھی اس خوبی سے اظہار کیا کہ اُن سے پہلے کسی نے اُردو میں اتنی کامیابی سے نہیں برتا تھا۔چوں کہ وحدۃ الوجود کے نظریے کے مطابق صرف ذات باری ہی کا وجود حقیقی سمجھا جاتا ہے اور ماسوااللہ کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہے اس لیے دنیا کی بے ثباتی اور زندگی کی بے اعتباری وغیرہ کے مضامین ولی کے ہاں بہت خوبی اور ایک جذبے کے ساتھ بندھے ملتے ہیں،تصوف میں قربِ الٰہی کا واحد ذریعہ عشق ہے اس لیے اُس زمانے میں عشق کا چلن عام ملتا ہے۔عشق ہی کے مسلک کی تعلیم دی جاتی تھی، تہذیبِ نفس اور تزکیۂ قلب کا ذریعہ عشق کو ہی سمجھا جاتا تھا۔اس لیے پورا قدیم تمدن ہم کو اسی رنگ میں رنگا اور تربیت یافتہ نظر آتا ہے۔ولی وسیع دل و دماغ کے آدمی تھے اس لیے جہاں انھوں نے دنیا کے کاروبار پر بڑی گہری نظر ڈالی ہے وہاں حسن وعشق کے معاملات میں بھی بڑے سوز وگداز سے کام لیا ہے اور اپنے فن کو بڑی خوبی اور کامیابی سے نبھایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ میر جیسا نازک دماغ نقاد بھی ولی کی مدح سرائی کیے بغیر نہ رہ سکا۔

واقف نہیں ہم یوں ہی کچھ ریختہ گوئی کے

معشوق جو تھا اپنا ، باشندہ دکن کا تھا

تصوف بھی عجیب طریق نظر ہے۔ایک طرف تو اس میں تخیل،ادراک،دل اور دماغ سب کو رومان انگیز تسلی ہوتی تھی۔ہر حقیقت میں حسن ہی نظر آتا تھا۔ دوسری طرف اس کے ساتھ ہی فن جمالیات یا مذاق و معیار کی بھی تربیت ہوتی تھی۔بصارت اور بصیرت دونوں کوثر و تسنیم کی موجوں میں ڈوبے رہتے تھے۔اس لیے ایک طرف تو مضامین میں دل گدازی آجاتی ہے،دوسری طرف فن شاعری پر بھی آب و رنگ چڑھ جاتا تھا، ظاہر و باطن،لفظ و معنی میں جب ایک سلیقہ آجاتا ہے تو وہی ادب کلاسیکل ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ولی کے ہاں کلاسیکل ادب کی پوری شان ملتی ہے۔پختگی اور قادر الکلامی ان کے ہاں اس قدر موجود ہے کہ ہم ان کے کسی شعر کو ٹکسال باہر نہیں کر سکتے۔

تصوف کے مسلک میں چوں کہ نظر اندر کی طرف رہتی ہے اس لیے ہمیشہ جزو میں کل،قطرے میں دریا اور دل کے آئینے میں دنیا کا تماشا دیکھا جاتا ہے اور اسی لیے ایسی شاعری ہمیشہ داخلی ہوا کرتی ہے۔ولی کو اپنی دلی کیفیات کے مطالعہ اور ان کے اظہار کے علاوہ فرصت نہ تھی کہ وہ باہر کی دنیا کو دیکھیں۔اگر کبھی ان کی نظر خارجی دنیا دیکھتی بھی ہے تو وہاں بھی انھیں حسن ہی نظر آتا ہے۔خواہ وہ گوبند لال ہوں یا امرت لال یا ابوالمعالی یا گجرات و سورت کے نازنین اور یہی وجہ ہے کہ غزل اُن کا اصلی میدان ہے،احساسات اور واردات کی دنیا اُن کی اپنی دنیا ہے۔ ویسے کہنے کو تو انھوں نے ہر صنف سخن میں شاعری کی ہے۔

موضوع اور طریقہ اظہار کے باب میں ولی کو کوئی خاص اجتہاد نہیں کرنا پڑا۔اساتذۂ فارسی کا کلام اُن کے پیش نظر تھا۔ سخن آفرینی کے تمام معیار، فکر و نظر کا پورا مذاق اور طرز ادا کے تمام اسلوب انھیں بہ آسانی مستعار مل گئے۔ بعض جگہ خسرو، سعدی، حافظ ونظیری وغیرہ مشہور اساتذہ کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں بلکہ کہیں کہیں ایک آدھ شعر کا ترجمہ بھی کر دیا ہے مثلاً

تو چناں گرفتہ ای جاں بہ میان جان شیریں

نہ تواں تراو جاں راز ہم امتیاز کردن (نظیری)

ایسا بسا ہے آکر تیرا خیال جیو میں

مشکل ہے جیوں سوں تجکوں اب امتیاز کرناں (ولی)

ولی کو ان کے برتنے میں کامیابی البتہ اس لیے ہوئی کہ خود صوفی صافی اور صاحبِ دل تھے۔اکتساب ہنر میں اس جذب دروں کی بدولت انھیں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔جو دوسروں کے ہاں قال تھا ان کے ہاں حال تھا۔البتہ انھوں نے اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ تشبیہ و استعارہ وتلمیحات میں اور زبان میں ہندی عنصر کو نہیں بھولے ہیں۔تصوف نے ممکن ہے سوسائٹی میں امرد کا ایک طبقہ پیدا کر دیا ہو۔*لیکن شعر و ادب میں اس نے پاک بینی کو قائم رکھا۔ولی کے کلام میں ہندی کی گھلاوٹ اور رس بھی ہے اور فارسی کی شیرینی اور پختگی کے ساتھ ساتھ قادر الکلامی بھی لیکن صوفیانہ پاک نظری کی بھی خاص روش تھی۔ عشق و عاشقی کے یہی منزہ طریقے تھے جس کے باعث میر، قائم،آبرو وغیرہ ولی کے طرز کو سراہتے رہے۔ یہ سنت عرصے تک قائم رہی یعنی جب تک دلی برباد نہیں ہوئی۔دلی کا یہ تمدن برقرار رہا۔خان آرزو، مظہر، سودا، درد، قائم اور اثر وغیرہ کے زمانے یعنی پوری بارہویں صدی ہجری تک ولی کی اس روش کی تقلید برقرار رہی لیکن جب دہلی تباہ ہوگئی اور شعر و شاعری کا مرکز لکھنؤ منتقل ہو گیا تو یہیں سے وہ دور ختم ہو جاتا ہے جسے ولی کی روایت یا روش کہہ سکتے ہیں۔انشاء و جرأت کا زمانہ وہ پہلا دور تھا جس نے اس طہارت کو توڑا اور اپنے جذبات کی رَو میں بے وضو ہو گئے۔

یہ بات بالکل صحیح ہے کہ شمالی ہند میں ولی کے بعد ہی اُردو شاعری کا عام طور سے آغاز ہوا اور پھر اب تک جو شاعری دکن میں مروّج تھی اُس کی بھی اصلاح ہوئی ۔اس لحاظ سے ولیؔ کے سر مجدّدی کا سہرا ضرور باندھا جا سکتا ہے۔

ولیؔ عشق پیشہ ہیں،اور عاشقی اُن کے مزاج میں داخل ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی،(شغل بہتر ہے عشق بازی کا؛ کیا حقیقی و کیا مجازی کا) ، لیکن وہ ایک صوفی بھی ہیں اور ایک معروف سلسلۂ تصوف میں بیعت،وہ فلسفۂ وحدت الوجود کے قائل ہیں۔دیگر صوفیاء کی طرح اُن کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات تو اصلی ہے، باقی جو کچھ ہے وہ اُسی کی پرچھائیں ہے۔ہم اُن پرچھائیوں میں اُلجھ کر رہ جائیں اور اصل شئے کو نہ دیکھ سکیں تو یہ ہماری نظر کا قصور ہے ورنہ اُس کا حسن تو ہر طرف بے نقاب ہے ۔دیکھیے اس مضمون کے چند شعر ۔

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حُسنِ بے حجاب اُس کا

بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اُس کا

ہوا ہے مجھ پہ شمع بزم یک رنگی سے یوروشن

کہ ہر ذرّے اُپر تاباں ہے دائم آفتاب اُس کا

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد

طالبِ عشق ہوا پردۂ انسان میں آ

کبھی اُنھیں وہ تنہائی کی رات یاد آتی ہے جب اُن کے اور محبوب کے درمیان سرگوشی کے انداز میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی تھیں۔ کبھی یاد آتا ہے کہ وہ خراماں خراماں اُن کے گھر چلا آتا ہے، کبھی یاد آتا ہے کہ وہ ولی سے مخاطب ہوتا تو رقیب رشک سے جل مرتے تھے۔

☆ ادا و ناز سوُں آتا ہے وہ روشن جبیں گھر سوُں

کہ جیوں مشرق سے سے نکلے آفتاب آہستہ آہستہ

☆ ولی سوُں کہے تو اگر اک بچن

رقیباں کے دل میں کٹاری لگے

معاملاتِ حسن و عشق میں بھی جو موضوع انھیں سب سے زیادہ عزیز ہے وہ ہے محبوب کا سراپا۔

☆ ہوا ہے مجھ پہ شمع بزم یک رنگی سوں یوروشن

کہ ہر ذرے اُپر تاباں ہے دائم آفتاب اُس کا

ماحصل یہ کہ ولی کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ولی بنیادی طور پر حسن و عشق کے شاعر ہیں۔ محبوب کے حسن و جمال کا ذکر، اُس کے قد و قامت کا بیان، اُس کی اداؤں کی تصویر کشی؛ اُن کی شاعری کے خاص مضامین ہیں۔

*اس سلسلے میں ''دلی بارہویں صدی ہجری میں'' از نواب درگاہ قلی سالار جنگ، ملاحظہ فرمائیے۔

مقالہ ہذا لکھنے کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے مدد لی گئی:

1) ''اُردو کا ابتدائی زمانہ'' از شمس الرحمن فاروقی

2) ''رسالہ اُردو'' ص ۴۹۴ بحوالہ دکن میں اُردو، نصیر الدین ہاشمی ص ۲۷

3) مبادیٔ فلسفہ جلد اول عبد الماجد دریابادی ص ۱۷۔۱۹

4) حرفِ چند از پروفیسر لئیق صلاح، کلیات ولی، ص۔۱۰

5) ندائے منبر و محراب، جلد اول، مولانا اسلم شیخوپوری ص 35

6) تصورِ خدا، ارشد محمود، ابو ظہبی، ص ۸۱

7) www.urdudost.com

From : Dr. Ansari Masood Akhtar

Asst. Prof. & Head Dept. of Urdu

MSS's Ankushrao Tope College, Jalna (M.S.)

nadvimasood@gmail.com

☆ ☆ ☆